اصلاح بالقرآن
مؤلف
الحاج قاری محمد ارشاد علی
مولوی عالم (نظامیہ) بی۔کام (عثمانیہ)
باہتمام
صاحبزادہ محمد طاہر علی

تفصیلات طباعت

نام کتاب	اصلاح بالقرآن
مؤلف	الحاج قاری محمد ارشاد علی
صفحات	۴۴
اشاعت	جولائی ۲۰۱۵
قیمت	مُفت
اہتمام	صاحبزادہ محمد طاہر علی
ای میل	islahitohfa@gmail.com

مزید موضوعات

http://archive.org/details/@islahi_tohfa

تنبیہ

ترتیب

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

اصلاح بالقرآن

اُمّت مسلمہ کی اصلاح، قرآن مجید کے ذریعے

دوَرِ حاضر میں مسلمانوں کی دینی، ملی، قومی اور معاشرتی زندگیوں میں بگاڑ آ چکا ہے۔ حالات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ ان کی اصلاح قرآن مجید ہی کے ذریعے کی جائے، یہی اصلاح کا بہترین طریقہ ہے اور بہترین ذریعہ ہے۔

غیر مسلمانوں کے درمیان قرآن کے ذریعے ان کے عقائد اور ان کے نظریات کی اصلاح کا کام بعنوان "اشاعت دین" ایک نبوت والا کام ہے اور کرنا فرض کفایہ ہے لیکن یہ ذرا دُور کی بات ہے پہلے داخلی معاملہ یعنی اطاعت دین والا معاملہ ٹھیک ہو جائے اس کے بعد آگے بڑھیں۔ یہ ایک شرعی ترتیب ہے کیونکہ طبیب خود بیمار ہے تو بہتر یہی ہے کہ وہ اپنا علاج پہلے کر لے پھر دیگر مریضوں کا علاج کرنا ٹھیک رہے گا۔ کیونکہ ارشاد خداوندی ہے۔

(آل عمران) آیت نمبر ۱۱۰ کا تقاضہ بھی پورا کرنا ہے۔

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ----﴾ [آل عمران: ١١٠]

(مومنو) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم اُن سب سے بہتر ہو، کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔

یعنی دنیا کے لوگ اپنے لیے جیتے ہیں اور تم دوسروں کے لیے جینے والے ہو۔ یہ تقاضا، دائرہ اُمت مسلمہ کے باہر کا ہے۔ پہلے دائرہ کے اندر کی اصلاح قرآن کے ذریعے ہونا ضروری ہے، کیونکہ اس وقت یہ خیر اُمت اور یہ وسط اُمت خود کئی طرح سے ذہنی، فکری، اعتقادی، نفسیاتی، جذباتی اور عملی انتشار سے دو چار ہے اور یہ سب مہلک (ہلاک کرنے والے) امراض ہیں۔

ہمارا اس قسم کا زوال اور نقصان دو چار برس نہیں بلکہ صدیوں پر پھیلا ہوا ایک عمل ہے۔ لہٰذا مقدم ضرورت یہ ہے کہ اپنی ملت اور معاشرہ یعنی دائرہ کے اندرونی حالات کا جائزہ لیں کہ اب کون کون سے فکری، نظریاتی اور عملی محاذ ہیں جن پر ہم کو صف باندھ کر کھڑا ہونا ہے کہ ایک ہاتھ میں قرآن مجید ہو اور دوسرے ہاتھ میں سیرت النبی ﷺ اور سیرت صحابہ کرام ہو۔

وہ محاذ پانچ ہیں:

(۱) جاہلیت قدیمہ کے خلاف جہاد۔

(۲) جاہلیت جدیدہ کے خلاف جہاد۔

(۳) آخرت بے یقینی کے خلاف جہاد۔

(۴) نفس پرستی اور شیطانی ترغیبات کے خلاف جہاد۔

(۵) فرقہ واریت کے خلاف جہاد۔

کچھ آیات:

(۱) ﴿وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا﴾ [الفرقان: ۳۰] اور پیغمبر کہیں گے کہ اے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔

(۲) ﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾ [الفرقان: ۱] وہ خدا بہت ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ دنیا والوں کو ہدایت ہو۔

(۳) ﴿فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا﴾ [الفرقان: ٥٢] و تم کافروں کا کہانہ مانو اور ان سے اس قرآن کے حکم کے مطابق بڑے شد و مد سے لڑو۔

(۴) ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾ [التوبة: ۳۳] وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو راہ ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ رسول اس راہ ہدایت اور دین حق (یعنی الٰہی نظام زندگی) کو دیگر تمام مذاہب (ادیان) یعنی دیگر تمام نظام ہائے زندگی پر غالب پر دے۔)

(۵) ﴿ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ----﴾ [البقرة: ١٤٣] اور اس طرح ہم نے بنا دیا ہے تمہیں ایک اُمت وسط تاکہ تم ہو جاؤ دنیا بھر کے لوگوں پر راہ حق کی گواہی دینے والے اور ہو جائیں رسول تم پر اِسی راہ کی گواہی دینے والے۔)

مذکورہ تفصیلات میں جانے سے قبل دو مظلوم حقیقتوں، یعنی: قرآن اور جہاد کے بارے میں کچھ مُجملًا (in short) عرض کروں گا کہ یہ دونوں مظلوم اس اعتبار سے ہیں کہ اُمت مسلمہ نے اِن دونوں کا حق ادا نہیں کیا، چنانچہ یہ دونوں مظلوم اور اُمت مسلمہ ظالم ہو گئے۔

قرآن مجید کا حق کیا ہے۔؟

(۱) قرآن پر ایمان لائیں۔

(۲) قرآن کی صحیح طریقے سے تلاوت کریں۔

(۳) قرآن کو سمجھا جائے۔

(۴) قرآن پر عمل کیا جائے۔

(۵) قرآن کو دوسروں تک پہنچایا جائے۔

حدیث : "خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ"

مذکورہ آیت نمبر ۳۰ سورۃالفرقان میں لفظ "مہجور" آیا ہے۔اس لفظ کو ھَجَرَ اور ھُجر دونوں سے مشتق ماننے کی صورت میں اس کے معنی ہوں گے کہ : "لوگوں نے قرآن کو ترک کر دیا" یعنی اس کو قابل توجہ نہیں سمجھا اور قبول نہیں کیااور نہ اثر لیا۔انہوں۔نے اس کو بکواس سمجھااور اپنی بکواس کا قرآن کو نشانہ بنایا۔

تفسیر کے اعتبار سے مذکورہ آیت میں ذکر اگرچہ صرف کافروں کا ہے تاہم،
(۱) قرآن کی تصدیق نہ کرنا۔ (۲) اس میں تدبّر نہ کرنا۔ (۳) اس پر عمل نہ کرنا۔
(۴) اس کو صحیح نہ پڑھنا اور اس سے کنارہ کشی (Turning aside) کر کے دیگر لغویات یا حقیر چیزوں کی طرف توجہ کرنا وغیرہ۔

یہ سب صورتیں درجہ بدرجہ ہجران قرآن (getting separated from Quran) کے تحت داخل ہو سکتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ یہ قرآن کے بارے میں شکایت روز محشر اللہ کے دربار میں کریں گے، یا اِسی دنیا میں ہو گی، دونوں کا

احتمال (امکان) ہے۔ لیکن آگے کی آیت سے اندازہ ملتا ہے کہ یہ شکایت اللہ سے آپ نے دنیا ہی میں پیش فرمادی تھی، جس کے جواب میں آپ کو تسلی دی گئی کہ ہر نبی کے ساتھ کچھ مجرم لوگ ہوتے ہیں اور انبیا علیہم السلام اس پر صبر کرتے ہیں۔

قرآن مجید کو مہجور اور متّرُوک (چھوڑا ہوا) کر دینے سے مراد، قرآن کا انکار ہے اور یہ سب کام تو کفار ہی کا ہے۔ مگر بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ جو مسلمان قرآن پر ایمان تو رکھتے ہیں مگر نہ اس کی تلاوت کرتے ہیں اور نہ اس پر عمل کرتے ہیں وہ لوگ بھی اس حکم میں داخل ہیں۔

حدیث: جس شخص نے قرآن پڑھا پھر اس کو بند کر کے گھر میں لٹکا دیا کہ نہ اس کی تلاوت کی پابندی کی اور نہ اس کے احکام میں غور کیا، تو روز قیامت یہ قرآن اس کے گلے میں پڑا ہو گا اور وہ قرآن اللہ تعالیٰ سے شکایت کرے گا کہ یا اللہ آپ کے اس بندے نے مجھے دنیا میں ترک کر دیا تھا اب آپ میرے اور اس کے درمیان فیصلہ فرمادیں۔

عظمت قرآن مجید:

یہ آخری آسمانی کتاب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا بڑا معجزہ تا قیامت ہے۔ قرآن "فرقان" ہے۔ یعنی حق اور باطل میں مسلم اور کافر میں، مؤمن اور منافق میں، سچ اور جھوٹ میں فرق کرنے والا ہے۔ قرآن نور ہے کہ اس سے تاریکیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ قرآن اللہ کی مضبوط رسی ہے، جو چھوٹ تو سکتی ہے لیکن ٹوٹ نہیں سکتی۔ جو

اس کو تھام لے وہ بھٹک نہیں سکتا۔ قرآن کائنات کی روح ہے۔ پوری کائنات کی زندگی قرآن سے ہے۔ کائنات کا ارتقاء (evolution) اس سے ہے۔ جب خالق کائنات، کائنات پر موت مسلط کر دے گا تو پہلے قرآن کو دنیا سے اٹھائے گا۔

قرآن دین اور سیاست، معاشرت، تجارت، حکومت، نکاح، صلح و جنگ، اخلاق اور معاملات جیسے مضامین کا جامع ہے۔ یہ جامعیت دوسری کتابوں میں نہیں ہے۔ اس کتاب سے ساری آسمانی کتابیں، صحیفے منسوخ ہو گئے۔ اب ہدایت صرف قرآن کی اتباع میں رہ گئی ہے۔ یہی وہ واحد کتاب ہے جو لاکھوں انسانوں کو زبانی یاد ہے۔ یہ فصاحت اور بلاغت میں بے مثال ہے۔ قرآن کا کلام کایا پلٹ دینے والا، انقلاب برپا کرنے والا کلام ہے۔ جس نے قرآن کو سینے سے لگایا وہ قوموں کا مقتدی اور پیشوا بن گیا۔ تمام روحانی بیماریوں کا علاج اس میں ہے۔ قرآن ہی قبر میں اور میدان حشر میں ساتھ دینے والا، جہاں کوئی سفارش نہیں کر سکتا قرآن اللہ کے سامنے سفارش کرے گا۔ یہ قرآن ہی سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے لیکن مظلوم اس اعتبار سے ہے کہ اس پر عمل نہیں کیا جاتا۔

قرآن کو ایسے لوگ بھی پڑھتے ہیں جن پر خود قرآن لعنت کرتا ہے، ظالم حکمران، بے ایمان تاجر، حرام خور، رشوت خور، حقوق پر ڈاکہ ڈالنے والے، نفسانی خواہشات میں ڈوبے ہوئے لوگ، ظلم و زیادتی کے عادی لوگ اور یہ سارے لوگ اپنی ہر شرارت اور اپنی شیطانیت اور اپنی ہر خباثت اور ہر خیانت کو قرآنی آیات سے سند جواز فراہم کر لیتے ہیں۔ یہ سب ان لوگوں کی خوش فہمیاں ہیں۔ اس اعتبار سے

بھی قرآن مظلوم ہے کہ جس کی قرآن مخالفت کرتا ہے اس کو یہ لوگ جائز قرار دے دیتے ہیں۔

قرآن کو اچھی آواز میں پڑھا جاتا ہے لیکن اس کو سمجھ کر نہیں پڑھا جاتا۔ اس کے حلال اور حرام، جائز اور ناجائز پر غور نہیں کیا جاتا اور اس کو متاثر ذہن کے تحت بڑھا جاتا ہے۔ ناحق کو ترک نہیں کرتے، جائز کو اختیار نہیں کرتے۔ یہ بھی قرآن کی مظلومیت ہے۔

دنیا کی آبادی تقریباً ۸ ارب ہے اس میں سے مسلمان ایک ارب ۷۰ کروڑ ہے۔ لیکن قرآن سے پوری طرح مستفید نہیں ہوتے۔ پوری دنیا میں ۱۷۷ ممالک ہیں جن میں سے ۵۸ ممالک اسلامی ہیں، لیکن ایک ملک بھی ایسا نہیں ہے کہ قرآن کی تعلیمات پر عمل کرے اور ساری قرآنی احکام کو اور پورے الٰہی نظام زندگی کو دنیا میں پیش کر سکے۔ اس طرح سے بھی قرآن مظلوم ہے۔

ہزاروں بادشاہ ہیں، با اقتدار لوگ ہیں، حاکم ہیں، لیکن کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ قرآن کی توہین اور تنقیص پر احتجاج کرے۔ قرآن کے پڑھنے والوں کے پاس اس قدر وقت نہیں ہے کہ وہ اپنی عملی زندگیوں میں قرآنی احکام جاری کر سکیں۔ قرآن کو طاقوں میں، غلافوں میں سجایا جا رہا ہے، قرآن تو اب قسم کے وقت سر پر اٹھانے، تعویذ پہنانے، فال دکھانے، دیکھنے، مُردوں کو ثواب پہنچانے اور جائز اور ناجائز تقریبات کے افتتاح کے لیے رہ گیا ہے۔ ایسا بھی ہونا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کو تنہا دیکھ کر واپس لے لے۔

کس بزم میں میرا ذکر نہیں
کس عرس میں میری دھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں
مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

قرآن کی مظلومیت کی تفصیل آپ کے سامنے اشارۃً آگئی ۔ اب دوسری مظلوم حقیقت "جہاد" ہے۔اس کو سمجھنے کے لیے کسی قدر تمہید کی ضرورت ہے۔قرآن مجید پورے کا پورا ۲۳ سال کے اندر نازل ہوا، جس میں ۶۶۶۶ آیات مبارکہ ہیں ۔ سہولت فہمی کی خاطر اس ۲۳ سالہ مدت کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

ایک حصّہ تقریباً ۲۰ سال کی مدت کا ہے اور دوسرا حصّہ تقریباً ۳ سال کی مدت کا ہے ۔ ۲۰ سال وہ ہیں جبکہ حالات معتدل تھے ، چنانچہ اس مدّت میں قرآن کی عملی تعلیمات نازل ہوئیں اور یہ سب کے سب اُمت کے اُصولوں سے تعلق رکھتی ہیں لیکن ۳ سالہ دور وہ ہے جس میں مسلمانوں پر تشدد سے حملے کیے گئے ، جس کی وجہ سے مسلم معاشرہ جو امن کا معاشرہ تھا جنگ کی حالت پیدا ہو گئی۔اس زمانے میں جو احکام نازل ہوئے وہ ایسے احکام تھے جو ہنگامی حالت میں دیے جاتے ہیں اور ایسے ہنگامی حالت میں ہر مذہب میں وہ احکام دیے جاتے ہیں جو دفاع کی وقتی ضرورت پر مبنی ہوتے ہیں۔ لوگوں کو جو اسلام مخالف ذہن رکھتے تھے موقع ہاتھ آیا اور وہ اسلام کو ایک ایسا مذہب قرار دیے کہ جو تشدّد کو جائز رکھتا ہے اور جو جنگ پر آمادہ

رہتا ہے۔ چنانچہ جہاد کی حقیقی صورت کا بگاڑ کر کے، دنیا والوں کے سامنے مذہب اسلام کو بدنام کیا گیا۔

فتنہ و فساد اور اس کی اصلاح:

حکمت الٰہی اور مصلحت الٰہی کے تحت اس کائنات کا تخلیقی منصوبہ بنایا گیا اور کائنات اس منصوبے کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ کئی وجوہات کی بنا پر فتنہ و فساد کا وجود میں آنا اس دنیا میں ایک لازمی امر ہے۔ نتیجتاً اُمت کی عمومی کیفیت کبھی کبھی فتنہ و فساد کی وجہ سے بدامنی سے دوچار ہو جاتی ہے، تو اس کی اصلاح کرنا ضروری ہو جاتا ہے اور یہ اصلاح جہاد کے ذریعے کی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے جہاد ایک پاک فریضہ ہے، جو دفاع کے لیے ضروری ہے۔ جہاد میں مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ کا قانون اس دنیا میں چلے، جہاد میں انسان کا اپنا کوئی دنیاوی مفاد نہیں ہوتا۔

اس کے برخلاف جنگ ایک معصیت (گناہ) ہے اور اس کے مقابل فتنہ اور فساد اس سے بڑھ کر معصیت ہے۔ اس کے باوجود معصیت کی اصلاح معصیت سے نہیں کی جاتی۔ معصیت کی اصلاح صرف جہاد کے ذریعے کی جاتی ہے۔ جنگ کا اصل مقصد مقابل کو ہلاک کرنا، نقصان پہنچانا، اپنے دنیاوی مفادات کو قوت کے زور پر جائز اور ناجائز طریقوں سے حاصل کرنا ہے۔ اسلام میں جنگ، جہاد دونوں ایک نہیں ہے۔

فتنہ اور فساد کس کو کہتے ہیں؟

لغت میں کسی چیز کی حالت اعتدال سے آگے بڑھ جانے کو فساد کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں فساد حسب ذیل معانی میں آتا ہے۔

(۱) قرآن مجید میں فتنہ و فساد کا اطلاق اس وقت کیا گیا ہے جبکہ اجتماعی اخلاق اور نظامِ تمدن اور ملکی سیاست میں بگاڑ آ جاتا ہے۔

(۲) سرکشی سے فساد پھیلتا ہے۔

(۳) تکبر سے ظلم وزیادتی سے فساد پھیلتا ہے۔

(۴) لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکنا فساد ہے۔

(۵) بادشاہت اور ملک گیری فساد ہے۔

(۶) بدکاری فساد ہے جب وہ عام ہو جاتی ہے۔

(۷) کم تولنا فساد ہے۔

(۸) چوری، ڈاکہ فساد ہے۔

(۹) حسب ذیل تعلقات اور روابط اور معاہدات کو توڑنا فساد ہے:

صلہ رحمی کے تعلقات، رشتہ داروں کے تعلقات، بیوی ،شوہر کے تعلقات، مختلف ملکوں اور حکومتوں کے تعلقات، باہمی اعتماد، کاروباری معاملے وغیرہ ان سب کو توڑنے سے دنیا میں لڑائی جھگڑا پھیلتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے

ان کے قطع کرنے کو فساد سے تعبیر کیا ہے اور اِن پر لعنت کی وعید فرمائی ہے۔

﴿وَالَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۙ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ﴾[الرعد: ۲۵]

اور جو لوگ خدا سے عہد پکا کر کے اس کو توڑ ڈالتے اور (رشتہ ہائے قرابت) کے جوڑے رکھنے کا خدا نے حکم دیا ہے ان کو قطع کر دیتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے ہیں۔ ایسوں پر لعنت ہے اور ان کے لیے گھر بھی برا۔

(۱۰) حاکمانہ طاقت کو ظلم و ستم کے لیے استعمال کرنا فساد ہے۔ (البقرہ: ۲۰۵)۔

(۱۱) اللہ کی راہ سے یعنی حق سے کسی کو روکنا فساد ہے۔ (النحل: ۸۸)۔

(۱۲) حرام کا مال، رشوت خوری، سود خوری، بغض و عداوت رکھنا، جنگ کی آگ بھڑکانا فساد ہے۔

فتنہ اور فساد کی پیدائش:

ایک ناحق شناس، ناخدا شناس اور متعصب اور بد اصل حکومت کے نظام سے فتنہ و فساد پیدا ہوتا ہے۔ ایسی حکومت خود ایک فتنہ ہے۔ اسی سے دین حق میں رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں، ایسی حکومت خود فتنوں کی جڑ ہوتی ہے، حق اور انصاف کو کچل دیا جاتا ہے، حکومت کی وجہ سے ظالموں کو اپنے بداعمالیوں کے لیے مدد ملتی ہے، ایسی حکومت بد معاشوں کی پناہ گاہ ہوتی ہے، بد معاشوں کو ظلم کرنے کا موقع ایسی حکومت کی سیاسی پناہ سے ملتا ہے، اخلاق تو تباہ ہوتے ہی ہیں، عدل اجتماعی بھی برباد

ہو جاتا ہے ، ایسی حکومت کی وجہ سے جنگ کی آگ بھڑکتی ہے، اسی سے قوموں اور ملکوں میں بلائیں نازل ہوتی ہیں ، اجتماعی زندگی میں جس قدر غیر صالحہ عوامل انسان کے اخلاق اور تمدن پر اثر انداز ہوتے ہیں ان میں سے سب سے زیادہ قوی اور موثر عوامل حکومت ہے۔

اگر حکومت عادلانہ نظام پر ہو تو امن اور چین رہے گا اور اگر یہ غیر عادلانہ رہے گا تو اس کے تمام شعبے غیر عادلانہ ہو جاتے ہیں۔ نتیجاً فتنہ اور فساد عام ہو جاتا ہے۔ (حکم قتال فی سبیل اللہ سورہ التوبہ آیت نمبر ۲۹ میں ہے)

قتل کی صرف دو سورتیں ہیں:

(۱) کسی کو ناحق قتل کرنا (یہ گناہ عظیم ہے)

(۲) کسی کو اس لیے قتل کرنا کہ وہ زمین میں فساد پھیلایا ہے یہ جہاد کے ذریعے جائز ہے۔

اشاعت اسلام میں تلوار کا حصّہ :

یہ کہنا غلط ہے کہ اسلام تلواروں کے زور سے پھیلا، کہ لوگوں کو تلوار کے زور پر مسلمان بنایا گیا۔ اسی طرح یہ کہنا بھی غلط ہے کہ اسلام کی اشاعت میں تلوار کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ حقیقت ان دونوں کے درمیان ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلام کی اشاعت میں تبلیغ اور تلوار دونوں کا حصّہ ہے۔

مسلمانوں میں قرآن کے ذریعے اصلاح کے پانچ محاذ:

اصلاح بالقرآن کا پہلا محاذ: جاہلیت قدیمہ۔

یہ سب سے بڑا محاذ ہے اس اعتبار سے کہ عوام کی اکثریت کے اندر جاہلیت قدیمہ رچی بسی ہوئی ہے۔ یہ جہالت عرب معاشرے میں بعثت رسول خدا کے وقت ایک غالب عنصر کی حیثیت سے موجود تھی اور یہ جاہلیت دو چیزوں سے مرکب تھی۔

۱۔ شرک یعنی مشرکانہ اوہام (beliefs) (جو توحید کی ضد ہے)

۲۔ شفاعت باطلہ کا تصور و عقیدہ (جو کہ ایمان باالآخرت کی ضد ہے)۔

لوگ اللہ کو مانتے ہوئے اس کے ساتھ دیگر معبودوں کی ایک فوج تیار کر رکھے تھے، وہ لوگ اللہ کے ساتھ جنّات کو پوجتے تھے، فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے، اور ان کے نام کے بُت تراش لیے تھے اور ان کے لیے آستانے تیار کر لیے تھے، جہاں پر چڑھاوے چڑھاتے اور منتیں مانتے اور دعائیں کیا کرتے تھے۔ یہ تھا عہد نبوت کے وقت کا شرک۔

یہ شرک آج بھی صد فی صد پورے کمال کے ساتھ ملے گا، ایک شوشے کی بھی کمی نہیں ملے گی۔ آج پتھر کی مورتیاں سامنے نہیں رکھی جاتی لیکن قبروں کے ساتھ وہی معاملہ ہو رہا ہے۔ جو پہلے بتوں کے ساتھ ہوتا تھا۔ عرسوں میں جا کر دیکھیے وہاں کیا ہو رہا ہے؟ عرب کے دور جاہلیت کی باتیں ان سے پیچھے رہ جاتی ہیں کیونکہ آج کے دور میں مسلمانوں میں شرک، دور جاہلیت کے شرک سے آگے ہے۔

جاہلیت قدیمہ کا دوسرا اجزء شفاعت باطلہ کا عقیدہ اور تصور ہے۔ سورہ یونس میں ایسے لوگوں کا قول نقل کیا گیا ہے کہ :۔ وہ کہتے تھے وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ یعنی (ہم لوگ ان کو خالق اور مالک تو نہیں مانتے لیکن ہم ان کو بزرگ ہستیاں مانتے ہیں جن کے نام پر ہم نے یہ بُت بنا لیے ہیں، یہ ہستیاں مقربین بارگاہ الٰہی ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے لاڈلے اور چہیتے ہیں۔ لہٰذا ہم ان کو صرف اس لیے پوجتے ہیں کہ وہ یوم محشر اللہ کے پاس ہمارے سفارشی بنے گے، ہماری شفاعت کریں گے اور ہم کو عذاب سے چھڑوائیں گے۔ گویا اللہ کے عدل اور انصاف کے آگے یہ لوگ روک بن جائیں گے۔ سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ نے ان کے عقائد کو باطل قرار دیا ہے۔

شرک و شفاعت باطلہ کا عقیدہ اصلًا ایک ہی ہے۔ یہ تصویر کے دو رُخ ہیں۔ نبوت کے دور میں مکہ میں یہی شرک غالب تھا اور اصل گمراہی یہی تھی ۔ لہٰذا مکی صورتوں میں سب سے بڑا مضمون یہی ہے، یعنی ان دو عقیدوں کی تردید مختلف انداز اور مختلف طور طریقے میں پُر زور اور دلکش انداز میں کی گئی ہے۔ کہیں تمثیلات (examples) کے انداز میں، تو کہیں عقلی دلائل کے ذریعے ان لوگوں کو بیدار کیا گیا ہے۔آج کے معاشرے کا تنقیدی جائزہ لیں تو پتہ چلے گا کہ ہمارے معاشرے کی عظیم اکثریت انہی دو گمراہیوں میں مبتلا ہے۔ اس عظیم اکثریت کا دین ، اولیاء پرستی ، عرس، میلے ، تعزیے پرستی کا دین ہے ۔ یہ لوگ اس وہم میں مبتلا ہیں کہ یہ قبروں والے اولیائے کرام آخرت میں ہماری شفاعت کریں گے ۔

چنانچہ کسی حساب و کتاب کا خوف نہیں ہے۔اس محاذ پر اصلاح بالقرآن اس اعتبار سے ہو گا کہ لوگوں کو قرآن کی فہم سے قریب کر دیا جائے۔ وہ اس طرح سے کہ فرض نمازوں کے بعد قرآن کریم کے متن کے ساتھ کوئی مستند ترجمہ لوگوں کو سنایا جائے۔اس طرح قرآن کا تنہا ترجمہ اس جاہلیت کو ختم کر سکتا ہے وجہ یہ ہے کہ قرآن کے مضامین توحید رسالت اور آخرت کے عنوان پر مشتمل ہے۔

اصلاح بالقرآن کا دوسرا محاذ : جاہلیت جدیدہ۔

یہ درخت دراصل الحاد اور مادہ پرستی کا دوسرا نام ہے۔اس میں اللہ کا انکار بھی ہے اور زندگی بعد الموت کا بھی ۔ گویا طبیعیاتی عقل پرستی ہے۔ یہ اعتقاد ۳۰۰ سال سے چلاآرہاہے۔اس سے قبل ایسا نہیں تھا۔اس ۳۰۰ سال کی مدت میں یورپ میں مذہب عیسائیت میں ملوکیت (بادشاہت) اور پاپائیت (پوپ کی سر براہی میں رومن کیتھولک چرچ کی حکومت) دونوں کا دخل ہو گیا تھا، جس کی وجہ سے مذہب عیسائیت کے حصے میں بدنامی آئی۔ مذہب میں جو ظالمانہ جابرانہ اور غیر معقول باتیں تھیں وہ منظر عام پر آگئی ، جس کی وجہ سے عموماً لوگوں میں ایک نفرت سی پیدا ہو گئی، اس کے ساتھ ساتھ علم سائنس میں ترقی بھی ہوئی ، تو لوگوں میں دین بیزاری اور خدا کا انکار عام ہو گیا اور سائنسی نقطہ نظریہ بن گیا کہ جس چیز کا یقین ہو جائے اس چیز کو قبول کرو ورنہ انکار کر دو۔ اب چونکہ اللہ کے بارے میں یقین کے ساتھ ہم نہیں کہہ سکتے اس لیے اس کا انکار کر دو۔اسی طرح مرنے کے بعد حساب و کتاب ، دوبارہ جی اٹھنے والی بات بھی غیر یقینی ہے،یعنی نہ تو اس کا کوئی سائنسی ثبوت ہے

اور نہ کوئی مرنے کے بعد واپس آکر اس کی خبر دیا۔ لہٰذا یہ بھی عقیدہ قابل ترک ہے۔ یہ سب تصوراتی باتیں ہیں۔

جاہلیت جدیدہ کے لامحدود گوشے ہیں۔ لوگوں کی نظریات، اعتقادات اور فکر و نظر کو غیر مذہبی اور دہریت پسند بنانے میں Charles Darwin ڈارون کا فلسفہ ارتقاء، Sigmund Freud فرائڈ کی پیدا کردہ گمراہیاں، مارکسیزم، کمیونیزم وغیرہ سے مادیت کا عروج۔ یہ سب نظامیں اور نظریات، دین اور عقائد کی بنیاد کو ڈھا کر رکھ دیے اور اس کے ماننے والے مکمل دہریے اور ملحد بن کر رہ گئے۔ پھر اس جاہلیت جدیدہ کی وجہ سے کئی فتنے پیدا ہوئے۔ ان سب کا مقابلہ قرآن سے کرنا ہے۔ اس کو ملکی اور شہری سطح پر ایک مہم (campaign) کے طور پر اگر شروع کریں تو اس جاہلیت کا علاج ہو سکتا ہے، ملت اسلامیہ میں جان، اسلام سے ہے اور اسلام میں جان قرآن سے ہے، مسلمان اسلام اور قرآن سے دور ہو گیا پھر اس کو قرآن ہی سے نزدیک کر سکتے ہیں۔

بے یقینی کی نظر ہم بھی ہوئے تم بھی ہوئے

عکس ماضی کا رخ تاب کہاں سے لاؤں

اصلاح بالقرآن کا تیسرا محاذ-آخرت والی بے یقینی:

مسلم معاشرے میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو جاہلیت قدیمہ اور جاہلیت جدیدہ کے اثرات سے محفوظ ہیں لیکن وہ بے یقینی کی بیماری میں مبتلا ہیں، یہ لوگ

آخرت بے رخی کی زندگی گزار رہے ہیں جس کی وجہ سے مادہ پرستی اور معیار زندگی کو اونچا کرنا، بس دن رات اسی میں لگے ہوئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آخرت کے یقین کی اہمیت اس قدر ہے کہ اگر انسان کو اس کا یقین ہو جائے کہ کل حساب و کتاب ہے، اللہ تعالیٰ کے روبرو ہونا ہے، پھر اعمال نامے کی جانچ ہونے والی ہے، سزا اور جزا کا صدور (جاری ہونا) عدالت الٰہی سے ہونے والا ہے، پھر دائمی ثواب اور عذاب سے سابقہ پڑھنے والا ہے، تو مومن کی زندگی آخرت رخی زندگی ہو جاتی ہے اور خود رخی زندگی اور خود مستی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ اللہ کے رسول موت کو روزانہ ۷۰ مرتبہ یاد کیا کرتے تھے اور ۷۰ مرتبہ استغفار یعنی اللہ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے تھے۔

ایمان کے کئی درجات ہیں۔ اونچا ایمان، کم درجے کا ایمان وغیرہ۔ جیسے نبیوں والا ایمان جو اونچے درجے کا ایمان ہے، اس سے کم درجے کا ایمان جو صحابہ والا ایمان ہے۔بے یقینی والی بات بے ایمانی والی بات ہو جاتی ہے۔ (اللہ اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔ امین) بے یقینی مومن کے حق میں ایک زہر ہے اور زہر کا اثر دور کرنے والی دوا قرآن ہی ہے۔ کیونکہ یقین والا ایمان قرآن ہی میں ملتا ہے اور بزرگان دین، علمائے کرام وغیرہ کی صحبت بھی یقین بنانے میں مددگار ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ حضور اکرم ﷺ کو ایمان اور یقین والی نعمت قرآن ہی سے ملی۔ (سورہ الشوری میں آیت نمبر ۵۲) اللہ تعالی، رسول خدا ﷺ کے ایمان اور یقین کا تجزیہ کر کے فرماتا ہے۔﴿وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنتَ

تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ --- (اے نبی ﷺ ! اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے ایک روح یعنی قرآن مجید آپ کی طرف وحی کی ہے، اس سے پہلے آپ کو معلوم نہ تھا کہ کتاب کس کو کہتے ہیں اور ایمان کیا ہوتا ہے؟ یعنی آپ بالکل امی تھے۔ لیکن ہم نے اس قرآن کو نور بنادیا کہ جس کے ذریعے سے ہم ہدایت دیتے ہیں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں۔وَلَٰكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا -- اور جب آپ ﷺ حامل قرآن بن گئے تو آپ یقیناً نوع انسانی کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیں گے۔ وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۵۲﴾

دلکش ترین ایمان کس کا ہے؟

حدیث : آپ ﷺ مسجد نبوی میں صحابہ کرام کی مجلس میں رونق افروز تھے، آپ صحابہ کرام سے سوال کرتے ہیں کہ "أي الخلق أعجب إيمانا ؟" (مجھے بتاؤ کہ تمہارے نزدیک مخلوق میں سب سے زیادہ عجیب ایمان کس کا ہے) اردو میں عجیب کے معنی حیران کرنے والا یا غیر معمولی کے آتے ہیں، لیکن عربی میں عجیب کے معنی دلکش، "دل کو خوش کرنے والا اور دل کو پسند آنے والا" کے معنی آتے ہیں یعنی زیادہ دلکش، دل کو پسند آنے والا۔)

صحابہ نے عرض کیا کہ فرشتوں کا ہے۔ حضور نے اس کو رد فرمایا اور فرمایا وہ کیسے ایمان نہیں لائیں گے جب کہ وہ اپنے رب کے پاس ہیں اور ان کے لیے تو غیب کا

پردہ حائل (بیچ میں آنے والا) ہی نہیں ہے۔ ایسے میں اگر وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں تو اس میں کون سا کمال ہے؟

پھر صحابہ نے عرض کیا کہ پھر نبیوں کا ایمان ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، وہ کس طرح ایمان نہیں لائیں گے جب کہ ان پر وحی نازل ہوتی ہے۔ نبیوں پر اللہ کا فرشتہ وہی لیکر نازل ہوتا ہے اور ان کو غیب کی خبروں سے واقف کراتا ہے اور اللہ تعالی بھی اپنی نشانیوں میں سے کچھ نشانیوں کا ان کو مشاہدہ کراتا ہے۔ لہذا وہ کیسے ایمان نہیں لائیں گے؟ تیسری مرتبہ صحابہ کرام نے بڑی ہمت اور جرات کر کے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ پھر ہم صحابہ ہیں، یعنی ہمارا ایمان دلکش ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم کیسے ایمان نہیں لاؤ گے۔ جب کہ میں تمہارے درمیان ہوں، یعنی اللہ کی سب سے بڑی نشانی اور اس کا سب سے بڑا معجزہ تمہارے سامنے ہے کہ تم کو دیدار اور میری صحبت کا فیض حاصل ہے اور میری ذات سے جن برکات کا ظہور ہوتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے وہ سب تمہارے سامنے ہیں اور تم ان سب کا مشاہدہ کرتے ہو۔ ایسے میں تم کیسے ایمان نہیں لاؤ گے۔ آخر میں خود حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے نزدیک حسین، دلرُبا، دلکش ایمان اُن لوگوں کا ہو گا جو میرے بعد ہوں گے۔ ان کو تو اوراق ملیں گے جن میں ایک کتاب قرآن مجید درج ہو گی اور وہ لوگ اس کتاب پر ایمان لائیں گے۔ یعنی وہ نہ میرے دیدار سے فیضیاب ہوں گے اور نہ انھوں نے میری صحبت سے فیض اٹھایا اور نہ انھوں نے اُن برکات معجزات اور نزول رحمت اور نصرت الٰہی کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ لیکن وہ لوگ اس قرآن پر ایمان

لائیں گے اور پھر تمام حقائق کونیہّ اور شرعیہ پر ایمان لائیں گے، جو میں لیکر آیا ہوں۔ یہ لوگ نور ایمان قرآن مجید سے حاصل کریں گے، جو کہ منبع ایمان ہے۔

مذکورہ حدیث شریف سے اس بات کی پہلی سند ملی کہ ایمان قرآن سے ملتا ہے۔ دوسری سند خود قرآن سے بیان ہوتی ہے کہ اللہ نے قرآن کو نور بنادیا۔ جس کے ذریعے سے وہ بندوں میں جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے ﴿ وَلَٰكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ ﴾

اصلاح بالقرآن کا چوتھا محاذ نفس پرستی اور شیطانی ترغیبات۔

دور حاضر پورے کا پورا نفس پرستی اور شیطانی ترغیبات پر مشتمل ہے۔ اس خصوص میں عام لوگوں کی نفس پرستی اتنی اہمیت نہیں رکھتی۔ کیونکہ اس کا سبب تو وہی جاہلیت قدیمہ اور جدیدہ ہے، اس کے علاوہ اس کا تعلق افراد کی اپنی ذاتی زندگی سے بھی ہے۔ لیکن ایک خوشحال طبقہ ایسا بھی ہے جس میں ان شیطانی ترغیبات کو آگے بڑھانے کے لیے باقاعدہ منظّم ادارے کھول رکھے ہیں اور ان اداروں میں کلچر کے نام سے منکرات اور فحاشی کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ چنانچہ ایک سیدھے سادھے مسلمان کے دل میں اباحیت اور منکرات سے جو نفرت ہوتا تھا اور حرام چیزوں کے خلاف جو نفرت کا جذبہ ہوتا تھا وہ اس کو ریڈیو، ٹی وی، ڈرامے، رقص، موسیقی کی محفلوں اور اس کے علاوہ تعلیمی، کاروباری، دفتری، تجارتی اور صنعتی اداروں میں کام کرنے کا طریقہ اس کو ختم کر دیا۔ اس سارے نظام کو ایک طرف اباحیت پسند طبقہ ترقی دے رہا ہے اور دوسری طرف خود حکومت کی سطح پر

سرپرستی حاصل ہے۔ ایسی بے حیائی، ایسی عریانی اور ایسے فحش کو کہیں فنون لطیفہ (Fine Art) کا نام دیا گیا اور کہیں مرد اور عورت کی مساوات کا، خوشنما اور خشک کن نام دیا گیا۔ بے پردگی ، عریانی ، خواتین کی رنگین تصاویر کو ترقی یافتہ تہذیب و تمدن کے لیے لازمی قرار دیا جارہا ہے۔

ان سب باتوں سے معاشرے میں نفس پرستی کی جو اشاعت ہو رہی ہے اُس کے مقابلے کے لیے بھی ہمارے پاس ڈھال اور تلوار دونوں کا کام قرآن ہی سے لینا ہے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کا عزم عام کرنے کی ضرورت ہے۔ ۱۹۲۰ عیسوی میں جب آپ مالٹا کی قید سے رہائی کے بعد دیوبند واپس تشریف لائے ، تو ایک جلسہ منعقد کیا گیا ، جس میں آپ نے قرآن کے بارے میں حسب ذیل رائے کا اظہار کیا تھا۔

"میں مالٹا سے واپسی کے وقت ہی سے یہ عزم اور ارادہ لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں لگا دونگا کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معناً اُمت مسلمہ میں عام کیا جائے ، کہ بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے واقف کرایا جائے اور قرآنی تعلیم پر عمل کرنے کے لیے آمادہ کیا جائے۔"

اس بات کو ڈاکٹر علامہ اقبال مرحوم و مغفور نے کہا تھا کہ "جو شخص اس بات پر ناز کرتا ہے کہ وہ حامل قرآن ہے اُس کو چاہیے کہ وہ اٹھے اور دین حق کے اصرار اور عرفان اور فیضان کو لوگوں کے درمیان عام کرے اور شریعت اسلامی کے احکام کی نشر (announce) اور اشاعت (publication) کے لیے سرگرم ہو جائے۔"

اللہ کے فضل و کرم سے اکثریت ایسے علماء کی ہے جو دیو بند کی مکتب فکر سے وابستہ ہیں۔ تھانوی مکتبہ فکر ہو یا ندوی یہ سب ایک ہی تسبیح کے دانے ہیں۔ اگر علماء کرام منظّم ہو کر عوامی درس قرآن کی تحریک چلائیں تو اللہ کی ذات سے اُمید ہے کہ نفس پرستی، اباحیت پرستی اور خدا ناآشنائی کا جو زہر عوام اور معاشرے میں پھیلا یا جارہاہے اُس کی روک تھام ہو سکتی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ نفسانیت اور نفسانی خواہشات کو شیطان بھڑکاتا ہے، ان کو مشتعل (flaming) کرتا ہے۔ظاہر ہے کہ یہاں حالت ایسی ہے کہ جہاد بالنفس کرنا ہے اور وہ اصلاح بالقرآن ہی کے ذریعے ممکن ہے تاکہ انسان کامل طریقے سے اطاعت دین کی طرف آجائے۔

اصلاح بالقرآن کا پانچواں محاذ: فرقہ واریت ہے

یہ فرقہ واریت، انتشار، باہمی اختلافات، یہ سب ایسے عناصر ہیں جو اُمت مسلمہ کے لیے خطرناک ہیں۔ فرقہ واریت کی ایک قدیم تاریخ ہے۔اُمت مسلمہ کا اتحاد اسی سے ختم ہواہے،اس کاعلاج قرآن ہی میں ہے، جیسے کہ آتا ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ (آل عمران : ١٠٣)

اور سب مل کر خدا کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو اور متفرق مت ہو جاؤ۔ حبل اللہ، اللہ کی رسی سے مراد قرآن مجید ہے۔ سب مل کر اس پر چلنا ہے کیونکہ مسلمانوں کے آپسی اختلافات قرآن ہی سے ختم ہو سکتے ہیں۔بقول اکبرالہ آبادی کے؛

صوم ہے، ایمان ہے،

ایمان غائب، صوم گم

قوم ہے، قرآن ہے،

قرآن غائب، قوم گم

اکبر

یہاں شاعر یہ کہنا چاہتا ہے کہ ایمان ہے تو اعمال کا صدور (جاری) بھی ہے۔ جیسے روزہ اور قوم کی یکجہتی، آپسی اتحاد اور اتفاق کی فضاء قرآن ہی کی وجہ سے ہے۔ یعنی قرآن پر عمل کرنے کی وجہ سے قائم رہ سکتی ہے اور اگر قوم قرآن پر عمل کو چھوڑ دے تو قوم کی قومیت اور اتحاد سب ختم ہو جاتا ہے۔

ہے زندہ فقط وحدت افکار سے ملت:

(۱) مسلمانوں کے نظریات میں وحدت پیدا کرنے کے لیے۔

(۲) مسلمانوں کے معاشرے میں اور کردار میں وحدت پیدا کرنے کے لیے۔

(۳) مسلمانوں کے نصب العین میں وحدت پیدا کرنے کے لیے۔

(۴) مسلمانوں کی اصلاح اور باہمی اختلافات کو ختم کرنے کے لیے۔

اعتصام بالقرآن یعنی اپنی زندگی کی بنیاد قرآن پر رکھ دے، یعنی قرآن کو قانون زندگی بنالے، اس طرح سارے مسلمانوں میں قرآن کی حیثیت "وحدت آئین" کی ہو جاتی ہے۔ پھر اس کے ذریعے گروہی اور مسلکی اختلافات کا خاتمہ، غلط تصورات

اور تخیلات کا خاتمہ، خاندانی اختلافات کا خاتمہ ، خرافات و رسومات و توہمات کا خاتمہ ،علاقائی، نسلی اختلافات کا خاتمہ ہو جائے گا۔

وحدت آئین کیا ہے؟

قانون سب کی زندگیوں کے لیے ایک ہی قسم کا ہونا چاہئے اور یہ اسی وقت ہو گا جب کہ سب قرآن کو ہی اپنی زندگی کا قانون بنالیں ۔ اُمت مسلمہ کو اور خصوصاً ہندوستانی مسلمانوں کو ہمیشہ سے زیادہ اتحاد کی ضرورت ہے اور اتحاد ہم آہنگی اور ایک رنگی ہی کی بنیاد پر قائم بھی ہو سکتا ہے اور پائدار بھی ہو سکتا ہے۔

اب یہ سوال کہ انسانی افکار میں اور عقائد میں اختلاف کیوں ہے؟ یہ فکری بات ہے کہ انسان اپنی زندگی کو افکار سے خالی نہیں رکھ سکتا۔ ہر شخص کا کوئی نہ کوئی نظریہ اور کوئی نہ کوئی عقیدہ ہوتا ہے جس کے تحت اس کی زندگی گزرتی ہے۔ کون سے نظریے صحیح ہیں اور کون سے افکار صحیح ہیں ان کی حقیقت تک پہنچنے کے لیے حسب ذیل عناصر ناکافی ہیں۔

۱۔ حواس خمسہ ۲۔ عقل ۳۔ تجربہ ۴۔ دنیاوی علوم وغیرہ

کیونکہ حقائق کا تعلق صرف حواس کے ذریعے سے حاصل ہونے والی باتوں تک ہی نہیں ہیں، بلکہ ان محسوس اور مشاہدے میں آنے والے حقائق کے ساتھ ساتھ کئی ایسے حقائق ہیں جو غیر محسوس ہیں اور جن کا حصول عقل اور استنباط کے ذریعے ممکن ہے۔ ہم کو زندگی اور حقائق کی صحیح تعبیر سے صحیح افکار سے اور نظریات سے

روشناس کرانے والے خدا کے وہ بندے ہیں جن کو نبی اور رسول کہا جاتا ہے۔ انبیاء دراصل خدا کے نمائندے ہیں۔ زندگی میں صحیح رہنمائی کے لیے انسان کا انبیاء علیہم السلام اور ان کی لائی ہوئی ہدایت پر ایمان لاکر عمل کرنا ضروری ہے۔ اچھی طرح ذہن نشین کرلو اور اس کو آب زر (سونے کے پانی) سے لکھ کر رکھلو کہ جس طرح حواس عقل کے بغیر بیکار ہے۔اس طرح عقل، وحی کے بغیر بے کار ہے۔ بہر حال یہ فیصلہ کن بات ہے کہ حواس کے لیے عقل ضروری ہے اور عقل کے لیے وحی کی ہدایت ضروری ہے۔ اس طرح حواس اور عقل دونوں وحی کے تابع ہو جائیں، جسکی وجہ سے سارے مسلمانوں کے عقائد اور نظریات میں وحدانیت آجائے گی۔

گزر جا عقل کے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے

خرد واقف نہیں ہے نیک وبد سے
بڑھی جاتی ہے ظالم اپنی حد سے

خدا جانے مجھے کیا ہو گیا ہے؟
خرد بیزار دل سے، دل، خرد سے

اسلام میں عقائد اور نظریات کی اہمیت

صحیح عقائد اور نظریات آدمی کو نہ صرف گمراہی سے بچاتے ہیں بلکہ اس کی سیرت اور کردار کو عظیم طاقت پہنچاتے ہیں۔ عقائد اور نظریات ہی دراصل کسی شخص یا

کسی قوم کی عظمت کے ضامن ہوتے ہیں اور یہ بات بھی ضروری ہے کہ ان نظریات کا حامل ایک ایسا گروہ روئے زمین پر موجود ہو جو ان نظریات کی بقاء ، تحفظ اور اشاعت دین کے لیے اپنا سب کچھ قربان کردے۔

جذبات اور احساسات میں توازن

آدمی کے جذبات اور احساسات میں توازن اور اعتدال تو عقائد اور نظریات ہی کے ذریعے پیدا ہوتا ہے۔ تہذیب کی نشو نما کی امید بھی ہو سکتی ہے۔اس طرح کا اتحاد صرف وحدت تصورات کی بناء پر ہی ممکن نہیں ہے، بلکہ یہ اتحاد وحدت جذبات اور وحدت احساسات سے ممکن ہوتا ہے، جو آہستہ آہستہ آگے چل کر معتقدات اور مقاصد زندگی بن جاتے ہیں۔ اسلام نے عقائد کو انسانی زندگی میں بنیاد کی حیثیت دی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن کی عظمت، مرتبہ اور مقام کا انکشاف جس شدت کے ساتھ علامہ اقبال پر ہوا ایسا بہت کم لوگوں پر ہوا ہے، فرماتے ہیں کہ ؛

اگر کوئی دین اور دنیا کی فلاح چاہتا ہے، تو قرآن کو تھامے، یہی مسلمانوں میں اتحاد

اور مسلمانوں میں عروج کا واحد ذریعہ ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؟

گر تو می خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

اگر تو مسلمان ہو کر جینے کا خواہش مند ہے تو اچھی طرح جان لے کہ اس کے سوا

تیرے لیے کوئی چارہ نہیں ہے کہ اپنی حیات کی بنیاد قرآن پر قائم کر دے۔

بس ہمارے لیے یہ ضروری ہو گیا کہ ان مذکورہ پانچ محاذوں پر منتظم ہو کر اصلاح بالقرآن کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس ذمہ داری کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اے اللہ ہماری قبر کی وحشت کو انس سے بدل دے۔ اے اللہ اس قرآن عظیم کے ذریعے ہم پر رحم فرما۔ اے اللہ اے اللہ اس قرآن کو ہمارا امام، ہمارے لیے نور، ہدایت، اور رحمت کا ذریعہ بنادے۔ اے اللہ ہم کو یاد دلا قرآن سے وہ باتیں جن کو ہم بھول گئے ہیں۔ اور ہم کو علم دے اس کا جس سے ہم ناواقف ہیں۔ اے اللہ تو ہم کو دن۔ رات اس کی تلاوت کی توفیق عطا فرما اور اس قرآن کو قبر میں ہمارے حق میں گواہی دینے والا بنادے۔ (آمین ثم آمین)

وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

مؤلف

الحاج قاری محمد ارشاد علی

مولوی عالم (نظامیہ) بی۔کام (عثمانیہ)

ڈی۔ یف۔ ی۔ ناگپور کالج

" مولف کتاب "اصلاحی تحفہ" خادم تدریس القرآن باہتمام

باہتمام

صاحبزادہ محمد طاہر علی